☆ احمدیت دنیا میں اسلامی تعلیم وتمدن کا صحیح نمونہ پیش کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے

☆ اپنے افعال وکردار کو اس مقصد کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو یہ عزم کرلو کہ ہم نے ساری دنیا کو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا ڈالنا ہے

☆ مرکز میں آنے کی اہمیت اور حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں نوجوانوں کا (مرکز) قادیان میں باقاعدگی سے آنا

☆ اجتماع میں شامل نہ ہونے والے خدام پر حضور کا اظہار افسوس

☆ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد

☆ ترقیوں اور کامیابیوں کے لئے مصائب سے گذرنا ضروری ہے

میرا دل تو آج چاہتا تھا کہ میں بہت سی باتیں اس اجلاس میں کہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت پرسوں سے میری آواز بیٹھتی چلی جارہی ہے اور آج تو ایسی بیٹھی ہوئی ہے اور گلا ایسا ماؤف ہے کہ اگر میں زیادہ دیر تک تقریر کروں تو ممکن ہے گلے کو کوئی مستقل نقصان پہنچ جائے اور مجھے اس بات کا ذاتی تجربہ بھی ہے۔ میری آواز پہلے بہت بلند ہوا کرتی تھی۔ ایسی بلند کہ بعض دوستوں نے بتایا کہ چھوٹی بیت الذکر میں آپ کی قرات سن کر اور سمجھ کر مدرسہ احمدیہ میں نماز پڑھی ہے۔ یہ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ کی بات ہے۔ مگر ایک دفعہ میرا اسی طرح گلا بیٹھا ہوا تھا کہ میں اپنے ایک عزیز کے ہاں گیا۔ اس نے کہا آپ قرآن بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ میں گراموفون ریکارڈ بھروانا چاہتا ہوں۔ آپ کسی سورۃ کی تلاوت کردیں۔ میں نے معذرت کی کہ مجھے نزلہ وزکام ہے اور گلا بیٹھا ہوا ہے۔ مگر انہوں نے اصرار کیا اور کہا کہ میں تو آج اس غرض کے لئے تیار ہو کر بیٹھا ہوں۔ چنانچہ میں نے سورہ فاتحہ یا کوئی اور سورۃ (مجھے اس وقت صحیح طور پر یاد نہیں رہا) ریکارڈ میں بھروادی۔ اس کے بعد میری آواز جو بیٹھی ہوئی تھی وہ تو درست ہوگئی مگر آواز کی بلندی میں قریباً ۲۵ فیصدی کی ہمیشہ کے لئے کمی آگئی۔ تو ایسی حالت میں زیادہ بولنا بہت دفعہ مضر ہوتا ہے۔ کھانسی کی حالت میں تو میں کافی تقریر کرلیا کرتا ہوں اور اس کی میں چنداں پرواہ نہیں کیا کرتا مگر گلے کی خراش اس سے مختلف چیز ہے۔

خدام الاحمدیہ کا یہ اجلاس اس لحاظ سے پہلا اجلاس ہے کہ اس میں باہر سے بھی دوست تشریف لائے ہیں۔ گو میں نہیں کہہ سکتا کہ میں ان کے آنے کی وجہ سے پورے طور پر خوش ہوں کیونکہ جہاں تک مجھے علم ہے بہت کم دوست باہر سے آئے ہیں اور خدام الاحمدیہ کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی آنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ شاید کل تعداد کا چھٹا یا ساتواں یا آٹھواں یا نواں بلکہ دسواں حصہ آیا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس مجلس میں بیٹھنے والے اکثر دوست گورداسپور کے ضلع کے ہیں اور ان میں سے بھی اکثر زمیندار ہیں جن کے لئے پیدل سفر کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ ان کا اس جگہ آنا زمینداروں کی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ان کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے بے شک ایک قابل قدر قربانی ہے مگر ان کے آنے کی وجہ سے اس مجلس کے افراد کی تعداد کا بڑھ جانا دوسرے شہروں کے خدام الاحمدیہ کے لئے کوئی خوش کن امر نہیں ہوسکتا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اور ان رپورٹوں سے جو میرے پاس پہنچتی رہی ہیں' اندازہ لگا سکا ہوں۔ گورداسپور کو چھوڑ بیرونجات سے دو اڑھائی سو آدمی آیا ہے اور یہ تعداد خدام الاحمدیہ کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت کم ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابھی قریب میں ہی جلسہ سالانہ گذرا ہے۔ لیکن نوجوانوں کی ہمت اور ان کا ولولہ اور جوش ان باتوں کو نہیں دیکھا کرتا۔ یہ جلسہ تو ایک مہینہ کے بعد ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں۔

قادیان آنے کی اہمیت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں کئی نوجوان ایسے تھے جو لاہور سے ہر اتوار کو باقاعدہ قادیان پہنچ جایا کرتے تھے۔ مثلاً چوہدری فتح محمد صاحب ان دنوں کالج میں پڑھتے تھے مگر ان کا آنا جانا اتنا باقاعدہ تھا کہ ایک اتوار کو وہ کسی وجہ سے نہ آسکے تو حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھ سے پوچھا۔ محمود! فتح محمد اس دفعہ نہیں آیا۔ گویا ان کا آنا جانا اتنا باقاعدہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے ایک اتوار کے دن نہ آنے پر تعجب ہوا اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ وہ بھی کالج کے طالب علم تھے۔ کالج میں پڑھتے تھے اور ان کے لئے بھی کئی قسم کے کام تھے۔ پھر وہ فیل بھی نہیں ہوتے تھے کہ کوئی شخص کہہ دے وہ پڑھتے نہیں ہوں گے۔ پھر وہ کوئی ایسے مالدار بھی نہیں تھے کہ ان کے متعلق یہ خیال کیا جا سکے کہ انہیں اڑانے کے لئے کافی روپیہ ملتا ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں' لاہور کے کالجوں کے جو سٹوڈنٹس یہاں آئے ہوئے ہیں یا نہیں آئے۔ ان میں سے نوے فیصدی وہ ہوتے ہیں جن کو اس سے زیادہ گزارہ ملتا ہے جتنا چوہدری فتح محمد صاحب کو ملا کرتا تھا۔ مگر وہ باقاعدہ ہر اتوار کو قادیان آیا کرتے تھے۔ اسی طرح اور بھی کئی طالب علم تھے جو قادیان آیا کرتے تھے۔ گو اتنی باقاعدگی سے نہیں آتے تھے۔ مگر بہرحال کثرت سے آتے تھے۔ اس وقت لاہور میں احمدی طالب علم دس بارہ تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک دو کو مستثنیٰ کرتے ہوئے باقی دس میں سے دو تین تو ایسے تھے کہ وہ ہفتہ وار یا قریباً ہفتہ وار قادیان آیا کرتے تھے اور نصف تعداد ایسے طالب علموں کی تھی جو مہینے میں ایک دفعہ یا دو دفعہ قادیان آتے تھے اور باقی سال میں چار پانچ دفعہ قادیان آجاتے تھے اور بعض دفعہ کوئی ایسا بھی نکل آتا جو صرف جلسہ سالانہ پر آجاتا تھا۔ مگر اب صرف بیس پچیس فیصدی طالب علم ایسے ہوتے ہیں جو قادیان میں سال بھر میں ایک دفعہ آتے ہیں یا ایک دفعہ بھی نہیں آتے۔ آخر یہ فرق اور امتیاز کیوں ہے؟ میں نے کہا ہے اگر تمہاری مالی حالت ان لڑکوں سے کمزور ہوتی جو اس وقت کالج میں پڑھتے تھے تو میں سمجھتا کہ یہ مالی حالت کا نتیجہ ہے اور اگر یہ بات ہوتی کہ اب تمہیں دین کے سیکھنے کی ضرورت نہیں رہی' تمہارے لئے اس قدر اعلیٰ درجہ کے روحانی سامان لاہور اور امرت سر اور دوسرے شہروں میں موجود ہیں کہ تمہیں قادیان آنے کی ضرورت نہیں تو پھر بھی میں سمجھتا کہ یہ بات کسی حد تک معقول ہے۔ لیکن اگر نہ تو یہ بات ہے کہ تمہاری مالی حالت ان سے خراب ہے اور نہ یہ بات درست ہے کہ باہر ایسے سامان موجود ہیں جن کی موجودگی میں تمہیں قادیان آنے کی ضرورت نہیں اور پھر اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ اب قادیان کا سفر بالکل آسان ہے' یہ بات میری سمجھ سے بالکل بالا ہے کہ کیوں ہماری جماعت کے نوجوانوں میں اس قسم کے غفلت پائی جاتی ہے۔ پہلے شام کی گاڑی سے ہمارے طالب علم بٹالہ میں اترتے اور گاڑی سے اتر کر راتوں رات پیدل چل کر قادیان پہنچ جاتے۔ یا آٹھ نو بجے صبح اترتے تو بارہ ایک بجے دوپہر کو قادیان پہنچ جاتے تھے۔ طالب علم ہونے کی وجہ سے بالعموم ان کے پاس اتنے کرائے نہیں ہوتے تھے کہ وہ یکہ یا ٹانگہ لے سکیں۔ ایسے بھی ہوتے تھے جو یکوں میں آجایا کرتے تھے مگر ایسے طالب علم بھی تھے جو پیدل آتے اور پیدل جاتے تھے۔ مگر اب ریل کی وجہ سے بہت کچھ سہولت ہو گئی ہے۔ ریل وقت بچا لیتی ہے۔ ریل کوفت سے بچا لیتی ہے اور ریل کا جو کرایہ آج کل بٹالہ سے قادیان کا ہے وہ اس کرایہ کے نصف کے قریب ہے جو ان دنوں یکہ والے وصول کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ڈیڑھ دو روپیہ میں یکہ آیا کرتا تھا۔ اور ایک یکہ میں تین سواریاں ہوا کرتی تھیں۔ گویا کم سے کم آٹھ آنے ایک آدمی کا صرف ایک طرف کا

کرایہ ہوتا تھا۔ مگر آج کل چھ سات آنے میں بٹالے کا آنا جانا ہو جاتا ہے۔ تو جو دقتیں مالی لحاظ سے پیش آسکتی تھیں یا وقت کے لحاظ سے پیش آسکتی تھیں' وہ کم ہو گئی ہیں اور جو ضرورتیں قادیان آنے کے متعلق تھیں وہ ویسی ہی قائم ہیں۔

پس میں ان خدام کے توجہ نہ کرنے کی وجہ سے جو اس اجتماع میں نہیں آئے۔ افسوس اور تعجب کا اظہار کرنا چاہتا ہوں اور انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کی غرض ان میں یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ وہ احمدیت کے خادم ہیں اور خادم وہی ہوتا ہے جو آقا کے قریب رہے۔ جو خادم اپنے آقا کے قریب نہیں رہتا۔ وقت کے لحاظ سے یا کام کے لحاظ سے' وہ خادم نہیں کہلا سکتا۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے باہر سے آنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اور اگر گورداسپور کے دیہات کے افراد نہ آجاتے اور قادیان کے لوگ بھی اس جلسہ میں شامل نہ ہو جاتے تو یہ جلسہ اپنی ذات میں ایک نہایت ہی چھوٹا سا جلسہ ہوتا اور ایسا ہی ہوتا جیسے مدرسہ احمدیہ یا ہائی سکول میں طالب علموں کے جلسے ہوتے ہیں بلکہ ان سے بھی چھوٹا۔ میں جماعت کے نوجوانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سلسلہ احمدیہ کے سپرد ایسے کام کئے گئے ہیں جو دنیا میں عظیم الشان روحانی انقلاب پیدا کرنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کی بعثت کا مقصد

موجودہ دنیا کی کایا پلٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ دنیا کی تہذیب اور دنیا کے تمدن کی وہ عمارت جو تمہیں اس وقت دکھائی دے رہی ہے' اس کی صفائی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کی لپائی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کے پوچنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس پر رنگ و روغن کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کا پلستر بدلنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کی چھت پر مٹی ڈالنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کی کانسوں کو درست کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ اس کے ٹوٹے ہوئے فرش کو بدلنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نہیں بھیجے گئے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ اپنی زندگیوں میں اسلامی تعلیم کا کامل نمونہ پیش کر کے توڑ دو اس تہذیب و تمدن کی عمارت کو جو اس وقت دنیا میں اسلام کے خلاف کھڑی ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دو اس قلعہ کو جو شیطان نے اس دنیا میں بنایا ہے۔ اسے زمین کے ساتھ لگا دو بلکہ اس کی بنیادیں تک اکھیڑ کر پھینک دو اور اس کی جگہ وہ عمارت کھڑی کرو جس کا نقشہ محمد رسول اللہ ﷺ نے دنیا کو دیا ہے۔ یہ کام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا تھا اور اس کام کی اہمیت بیان کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے جس گوشہ میں سے ہم جائیں۔ دنیا کی جس گلی میں سے ہم گذریں' دنیا کے جس گاؤں میں ہم اپنا

قدم رکھیں وہاں ہمیں جو کچھ اسلام کے خلاف نظر آتا ہے' اپنے نیک نمونہ سے اسے مٹا کر اس کی جگہ ایک ایسی عمارت بنانا جو قرآن کریم کے بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق ہو' ہمارا کام ہے۔ پس تم سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا چلن اور تمہارا طور اور تمہارا طریق اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے منشاء کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اسی وقت محمد رسول اللہ ﷺ کے منشاء کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اسی وقت زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کے منشاء کو پورا کرنے والا ہو سکتا ہے جبکہ تم دنیا میں ایک خدا نما وجود بنو اور اسلام کی اشاعت کے لئے کفر کی ہر طاقت سے ٹکر لینے کے لئے تیار رہو۔ یہ نہیں کہ دنیا تم کو اپنا سمجھتی ہو اور تم اس کو اپنا سمجھتے ہو۔ بے شک انسان بحیثیت انسان ہونے کے تمہارا محبوب ہونا چاہئے کیونکہ اس کی اصلاح کے لئے تمہیں کھڑا کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں انسان بحیثیت انسان ہونے کے تمہارا محبوب ہونا چاہئے کیونکہ اسی کی درستی اور اصلاح کے لئے تم کھڑے کئے گئے ہو' وہاں اس کے خلاف اسلام کردار سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ تم اس کے پیچھے چلنے کے لئے نہیں' اسے اپنے پیچھے چلانے کے لئے کھڑے کئے گئے ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے' اگر تم اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہو' اگر تم اس کے ناجائز افعال کی اصلاح سے غافل رہتے ہو تو اس کے معنے یہ ہیں کہ تمہارے اندر منافقت کی رگ پائی جاتی ہے اور تم اپنے فرائض کی بجا آوری سے غافل ہو۔

مجھے ہمیشہ حیرت آتی ہے ان لوگوں پر جو میرے پاس شکایتیں لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں' ہم کیا کریں۔ میں انہیں کہتا ہوں تم اس بات پر کیوں غور نہیں کرتے کہ لوگ تمہاری کیوں مخالفت کرتے ہیں۔ اگر وہ اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ وہ تمہارے متعلق غلط فہمی کا شکار ہیں اور سمجھتے ہیں کہ تم اسلام کے دشمن ہو تو اس مخالفت کو دور کرنے اور ان کو اپنا دوست بنانے کے دو ہی طریق ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمہیں اپنے دعویٰ احمدیت کو چھوڑنا پڑے گا اور تمہیں بھی ویسا ہی بننا پڑے گا جیسے تمہارا مخالف ہے۔ پھر بے شک وہ تمہاری طرف محبت کا ہاتھ بڑھا کر کہے گا کہ ہم دونوں ایک جیسے ہیں اور یا پھر تمہیں کوشش کر کے اس کو بھی اپنے جیسا بنانا پڑے گا اور درست طریق یہی ہے کہ تم اسے بھی اپنے اندر شامل کرنے کی کوشش کرو۔ اس صورت میں بھی وہ تمہاری طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر کہے گا کہ یہ میرا محسن ہے اور تمہاری آپس کی مخالفت ختم ہو جائے گی۔ لیکن اگر تم اس طریق کو اختیار نہیں کرتے اور یہ شور مچاتے چلے جاتے ہو کہ لوگ ہمارے دشمن ہیں تو اس سے زیادہ بیوقوفی کی علامت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اگر تم نے احمدیت کو سمجھا ہے اور اگر تم نے احمدیت کے مغز کو حاصل کیا ہے تو تمہیں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ سوائے اس کے کہ کوئی شخص سچائی کی تحقیق کر رہا ہو اور اس پر ایک حد تک سچائی کھل چکی ہو۔ یا سوائے ان کے جو مادر پدر آزاد ہوتے ہیں۔ وہ مسلمان کہلاتے ہیں مگر مسلمان نہیں ہوتے۔ عیسائی کہلاتے ہیں مگر عیسائی نہیں ہوتے۔ یہودی کہلاتے ہیں مگر یہودی نہیں ہوتے۔ ہندو کہلاتے ہیں مگر ہندو نہیں ہوتے۔ باقی کسی انسان سے تمہارا یہ امید کرنا کہ جس عظیم الشان کام کے لئے تم کھڑے ہوئے ہو اس میں تمہاری کوئی مخالفت نہ کرے' ایک بالکل احمقانہ اور مجنونانہ خیال ہے۔ یہ مخالفت اسی صورت میں ختم ہو

سکتی ہے جب تم ان کو اپنا دوست بنالو اور وہ دوست اسی صورت میں بن سکتے ہیں جب تم ان کی غلط فہمیوں کو دور کر دو اور انہیں اسلام اور احمدیت کی برکات سے روشناس کرو۔ پس اپنی ذمہ واریوں کو سمجھتے ہوئے زندگی بسر کرو اور اس خیال میں مت رہو (خصوصاً میں زمینداروں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں) کہ فلاں مشکل پیدا ہو گئی ہے کسی آدمی کو قادیان بھیجا جائے جو کسی ناظر سے ملے۔ ناظر خدا نہیں۔ میں خدا نہیں۔ جب خدا نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جو لوگ اس کے دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہوں گے انہیں ابتلاؤں اور امتحانوں کی بھٹی میں سے گذرنا پڑے گا تو کوئی انسان تمہاری کیا مدد کر سکتا ہے۔ اگر تم آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ آرام سے زندگی بسر کرنے والوں کے لئے احمدیت میں کوئی جگہ نہیں کیونکہ احمدیت اس لئے نہیں آئی کہ اپنے عقائد کو ترک کر کے اور مداہنت سے کام لے کر دنیا سے صلح کر لے۔ احمدیت اس لئے نہیں آئی کہ گاؤں کے چند نمبردار اس کا اقرار کر لیں اور وہ تمہیں دکھ نہ دیں۔ احمدیت اس لئے نہیں آئی کہ چند بڑے بڑے چوہدری اس کی صداقت کا اقرار کر لیں۔ بلکہ احمدیت اس لئے آئی ہے کہ سارے گاؤں' سارے شہر' سارے صوبے' سارے ملک اور سارے براعظم محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیئے جائیں۔ پس یہ چیزیں حقیقت ہی کیا رکھتی ہیں کہ ان کی طرف توجہ کی جائے۔ جس دن یہ آگ تم میں پیدا ہو گئی' تم اپنے آپ کو مضبوطی میں ایک پہاڑ محسوس کرو گے۔ لیکن جب تک یہ آگ تم میں پیدا نہیں ہو گی تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش رہو گے۔ جیسے بیمار مر رہا ہوتا ہے تو وہ افیون کی گولی کھالیتا ہے۔ افیون کی گولی سے اس کا درد بیشک کم ہو جائے گا مگر اسے آرام نہیں آئے گا۔ اس کے مقابلہ میں عقل مند انسان افیون نہیں کھائے گا بلکہ وہ کہے گا کہ میں درد برداشت کر لوں گا مگر صحیح رنگ میں اپنا علاج کراؤں گا۔ اس صورت میں وہ بچ بھی جائے گا۔ پس ان چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کی پرواہ مت کرو۔ تم کو خدا نے عظیم الشان کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر تمہاری مثال بعض دفعہ ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسے مشہور ہے کہ کشمیر کے مہاراجہ نے ڈوگروں کی فوج کے علاوہ ایک دفعہ کشمیریوں کی بھی فوج بنائی مگر اس سے مراد وہ کشمیری نہیں جو پنجاب میں رہتے ہیں اور جو ہر لڑائی میں ڈنڈا لے کر آگے آجاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پنجاب میں کشمیری آکر بہادر ہو جاتا ہے اور کشمیر میں پنجابی جا کر بزدل ہو جاتا ہے۔ بہرحال مہاراجہ نے کشمیریوں کی بھی ایک فوج تیار کی۔ ایک دفعہ سرحد پر لڑائی ہوئی اور گورنمنٹ برطانیہ کو مختلف راجوں مہاراجوں نے اپنی اپنی ریاستوں کی طرف سے فوجی امداد دی۔ کشمیر کے مہاراجوں نے بھی اس فوج کو سرحد پر جانے کا حکم دیا اور کہا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ تم اچھی طرح لڑو گے۔ سالہا سال تو ہم سے تنخواہ لیتے رہے ہو۔ اب حق نمک ادا کرنے کا وقت آیا ہے اس لئے تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم اس نازک موقعہ پر اپنے فرائض کو عمدگی سے سرانجام دو گے۔ کشمیریوں نے جواب دیا کہ سرکار ہم نمک حرام نہیں۔ ہم خدمت کے لئے ہر وقت حاضر ہیں مگر حضور کے یہ خادم سپاہی ایک بات عرض کرنا چاہتے ہیں۔ لڑائی کا موقعہ تھا اور مہاراجہ ان کو خوش کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس نے سمجھا اگر یہ راشن بڑھانے کا مطالبہ کریں گے تو راشن بڑھا دوں گا۔ تنخواہ میں زیادہ کا مطالبہ کریں گے تو تنخواہ زیادہ

کردوں گا۔ چنانچہ اس نے کہا بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ کشمیری کہنے لگے حضور ہم نے سنا ہے پٹھان ذرا سخت ہوتے ہیں۔ ہمارے ساتھ پہرہ ہونا چاہئے۔ گویا وہ جان دینے کو تیار ہیں۔ لڑائی پر جانے کے لئے آمادہ ہیں۔ مگر کہتے ہیں پٹھان ذرا سخت ہوتے ہیں ساتھ پہرہ ہونا چاہئے۔

وہ لوگ جو احمدیت میں داخل ہیں مگر پھر خیال کرتے ہیں کہ فلاں نے چونکہ ہمیں مارا پیٹا ہے۔ اس لئے دوڑو اور قادیان چل کر شکایت کرو۔ وہ بھی درحقیقت ایسے ہی ہیں۔ وہ بھی کہتے ہیں ہمارے ساتھ کسی ناظر کا پہرہ ہونا چاہئے۔ ایسا شخص سپاہی کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ سپاہی وہی کہلا سکتا ہے جو بہادر ہو اور ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو۔ درحقیقت احمدیت قبول کرنا اوکھلی میں سر دینے والی بات ہے۔ کسی نے کہا ہے اوکھلی میں سر دینا تو موہلوں کا کیا ڈر۔ یعنی اوکھلی میں سر دے دیا تو اس ڈنڈے کا جس سے چاول کوٹے جاتے ہیں کیا ڈر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص احمدیت میں داخل ہو تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت مجھ پر مصائب بھی آئے تو میں ان تمام مصائب کو برداشت کروں گا اور کسی موقع پر بھی قدم پیچھے نہیں ہٹاؤں گا۔

قربانیوں کی ضرورت اور ان کے ثمرات

پس یاد رکھو وہ کامیابیاں اور ترقیاں جو آنے والی ہیں ان کے لئے مصائب کی بھٹی میں سے گذرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس کے بعد کامیابیاں بھی آئیں گی۔ خواہ وہ تمہاری زندگی میں آئیں یا تمہاری موت کے بعد۔ شریف آدمی یہ نہیں دیکھا کرتا کہ قربانی کا پھل اسے کھانے کو ملتا ہے یا نہیں بلکہ وہ قربانی کرتا چلا جاتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قربانی کا پھل چکھنے کا اسے موقع بھی نہیں ملتا کہ وہ وفات پا کر اپنے رب کے حضور پہنچ جاتا ہے۔ تم اگر غور کرو تو تم میں سے اچھے کھاتے پیتے وہی نکلیں گے جن کے باپ دادا نے خود نہیں کھایا اور کنگال وہی نکلیں گے جن کے باپ دادا نے جو کچھ کمایا تھا وہ کھالیا۔ آخر یہ بڑے بڑے زمیندار جو آج تمہیں نظر آ رہے ہیں کیسے بن گئے؟ یہ بڑے زمیندار اسی طرح بنے کہ ان کے باپ دادوں نے تنگی سے گزارہ کیا اور ایک ایک پیسہ بچا کر ایک کنال یہاں سے اور ایک کنال وہاں سے خریدی۔ پھر رفتہ رفتہ ایک گھماؤں زمین ہو گئی اور پھر ایک سے دو اور دو سے چار اور چار سے دس اور دس سے پندرہ اور پندرہ سے بیس گھماؤں زمین کے وہ مالک بن گئے اور جب وہ مرے تو ان کی اولاد نے ان کی زمینوں سے فائدہ اٹھایا۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولاد ناخلف ہوتی ہے وہ باپ دادا کی جائیداد کو اڑا دیتی اور آہستہ آہستہ مقروض ہو جاتی ہے اور وہی زمین جو ان کے باپ دادا نے بڑی مشکلات سے اکٹھی کی ہوتی ہے بنیوں کے قبضہ میں چلی جاتی ہے۔ اور جب آگے ان کی اولاد آتی ہے تو وہ بھوکوں مرنے لگتی ہے اور وہ ان بنیوں کو گالیاں دیتی ہے جو ان کی زمینوں پر قبضہ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ حالانکہ انہیں گالیاں اپنے ماں باپ کو دینی چاہئیں جو اپنی اولاد کا حصہ کھا گئے۔

تو باپ دادوں کی محنت ہمیشہ اولاد کے کام آتی ہے اور اگر کوئی شخص محنت نہیں کرتا تو اس کی اولاد بھی اس

محنت کے فوائد سے محروم رہتی ہے۔ تم غریب سہی۔ تم کنگال سہی۔ لیکن اگر تم میں سے کسی کی ایک کنال زمین بھی ہے تو جب تم اس زمین پر کھڑے ہوتے ہو تو یوں سمجھتے ہو کہ یہاں سے امریکہ تک سب جگہ تمہاری ہی حکومت ہے اور تمہارا دل اتنا بہادر ہوتا ہے اور تم کہتے ہو تمہیں کسی کی کیا پرواہ ہے اور اگر تمہاری ایک گھماؤں زمین ہوتی ہے یا دس گھماؤں زمین ہوتی ہے یا بیس گھماؤں زمین ہوتی ہے تو پھر تو تمہاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تم ایک طرف کھڑے ہو کر کہتے ہو کہ ہماری ایک پیلی اس سرے پر ہے اور ایک پیلی اس سرے پر۔ خواہ درمیان میں دس زمینداروں کی اور بھی زمینیں ہوں مگر ایسی حالت میں جب تم اپنی زمین پر تکبر کے ساتھ کھڑے ہوتے ہو۔ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑوں میں تمہارے پاس آجاتا ہے اور کہتا ہے 'میں مسافر ہوں' میری مدد کی جائے۔ تم اس سے پوچھتے ہو تم کون ہو اور وہ کہتا ہے سید۔ یہ سنتے ہی تم فوراً اپنی چادر اس کے لئے بچھا دیتے ہو اور اس کے ساتھ ادب سے باتیں کرنا شروع کر دیتے ہو۔ آخر اس کے ساتھ کون سی طاقت ہے جو تمہیں اس بات پر مجبور کر دیتی ہے کہ تم اس کے ساتھ عزت سے پیش آؤ اور اس سے ادب کا سلوک کرو۔ وہ یہی طاقت ہے کہ وہ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ پس اس کی طاقت اپنی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طاقت ہے۔ جو آپ نے سادات میں منتقل کی اور جو آپ نے ہر مسلمان کے اندر منتقل کی اور ہر ایک نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اس طاقت کو اپنے اندر جذب کر کے اس سے فائدہ اٹھایا۔ ابوبکرؓ نے اپنی طاقت کے مطابق کام کیا۔ عمرؓ نے اپنی طاقت کے مطابق کام کیا۔ عثمانؓ نے اپنی طاقت کے مطابق کام کیا۔ علیؓ نے اپنی طاقت کے مطابق کام کیا۔ طلحہؓ اور زبیرؓ نے اپنی طاقت کے مطابق کام کیا اور تمہارے باپ دادا نے اپنی طاقت کے مطابق کام کیا۔ اب تم جیسا کام کرو گے دنیا میں ویسا ہی تغیر پیدا ہو گا اور جتنا زور سے گیند پھینکو گے اتنا ہی دور وہ چلا جائے گا۔

پس یہ نادانی کا خیال ہے جو بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے ان قربانیوں سے کیا فائدہ اٹھانا ہے۔ اگر ہماری قوم' ہمارے خاندان اور ہماری نسل کے لئے عزت کا مقام حاصل ہو جائے تو دراصل وہ عزت ہمیں ہی حاصل ہو گی۔ پس اس قسم کے وسوسوں کو چھوڑ کر اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرو جو تمہیں دین کے لئے ہر قسم کی قربانیوں پر آمادہ کر دے اور تمہیں سچا بہادر بنا دے۔

میں نے جب مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی تھی تو درحقیقت میں نے تم سے یہ امید کی تھی کہ تم سچے بہادر بن جاؤ اور سچا بہادر وہ ہوتا ہے جو جھوٹ سے کام نہیں لیتا۔ جو شخص دلیری سے کسی فعل کا ارتکاب کرتا ہے مگر بعد میں اپنے اس فعل پر بشرطیکہ وہ برا ہو' نادم ہوتا ہے اور اسے چھپانے کی کوشش نہیں کرتا' وہ سچا بہادر ہے۔ لیکن اگر وہ کوئی غلطی تو کرتا ہے مگر پکڑا جاتا ہے تو کہتا ہے میں نے یہ فعل نہیں کیا تو وہ جھوٹا بہادر ہے۔ اگر وہ اس کام کو اچھا نہیں سمجھتا تھا تو اس نے وہ کام کیا کیوں اور اگر غلطی سے کر لیتا ہے تو پھر دلیری سے اس کا اقرار کیوں نہیں کرتا۔ اسلام جس بہادری کا تم سے تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ تم بے شک معاف کرو مگر اس وقت جب تم اپنے عفو سے بہادر کہلا سکو۔ تم بے شک چشم پوشی کرو مگر اس وقت جب تم چشم پوشی سے بہادر کہلا سکو۔ تم بیشک غریب

پروری کرو مگر اسی وقت' جب تک غریب پروری سے بہادر کہلا سکو۔ تم بے شک مظلوم بنو مگر اسی وقت جب تم مظلوم بن کر بہادر کہلا سکو اور اگر تمہارا دین اور تمہارا ایمان کہتا ہے کہ اب چشم پوشی کا وقت نہیں۔ اب پیچھے ہٹنے کا وقت نہیں تو اس صورت میں تم اپنا فرض ادا کرنے کے لئے آگے بڑھو اور پھر جو کچھ درست سمجھتے ہو اس کو دلیری سے کرو۔ مجھے حیرت آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک احمدی دوسرے کو گالی دیتے سنکر جوش میں آجاتا اور خود بھی اس کے مقابلہ میں گالی دے دیتا ہے۔ حالانکہ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ تم گالی سنکر صبر کرو یا اگر کوئی شخص تمہیں تھپڑ مارتا ہے اور تم بھی جواب میں اسے تھپڑ مارتے دیتے ہو تو یہ اسلامی بہادری نہیں۔ اسلامی بہادری یہ ہے کہ جب کوئی شخص تمہیں تھپڑ مارے تو تم اسے کہو کہ تم نے جو کچھ کیا ناواقفیت سے کیا مگر میرا مذہب مجھے یہی کہتا ہے کہ میں دوسرے کو معاف کروں۔ اس لئے میں تمہیں کچھ نہیں کہتا بلکہ معاف کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تم یہ سمجھو کہ اس کو معاف کرنے کا فائدہ ہے اور یاد رکھو کہ نوے فیصدی فائدہ ہی ہوتا ہے۔

حقیقی شجاعت

پس بہادری یہ ہے کہ تم نوے فیصدی لوگوں سے کہہ دو کہ بے شک ہمیں مار لو۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے بشرطیکہ تمہارے بازو میں طاقت ہو۔ بشرطیکہ تمہاری آنکھوں میں حدت ہو اور بشرطیکہ تمہارا سینہ ابھرا ہوا ہو۔ تب بے شک تمہارے اس عفو کا دوسرے پر اثر پڑے گا۔ لیکن اگر تم کبڑے ہو' تمہارا ہاتھ خالی ہو' تمہارے بازو دبلے پتلے ہوں' تمہاری آنکھوں میں چمک نہ ہو اور تم دوسرے کو یہ کہو کہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں تو ہر شخص یہی کہے گا۔ "عصمت بی بی از بے چادری" مقابلہ کی طاقت نہیں اور زبان سے معاف کیا جاتا ہے۔ دیکھو اسلام تم سے صبر کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسلام تم سے رحم کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسلام تم سے عفو کا مطالبہ کرتا ہے لیکن اسلام تم سے بہادری کا بھی مطالبہ کرتا ہے۔ اگر تم دس آدمیوں کو پچھاڑ سکتے ہو لیکن جب کوئی شخص تمہیں تھپڑ مارتا ہے تو تم گردن جھکا کر یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے آتے ہو کہ میں نے تمہیں معاف کیا تو سارا گاؤں تمہارے اس فعل سے متاثر ہو گا۔ لیکن اگر تم کمزور ہونے کی وجہ سے ایک شخص کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے اور پھر اسے کہتے ہو کہ میں نے تمہیں معاف کیا تو ہر شخص تم پر ہنسے گا اور کہے گا کہ یہ معاف کرنے والا جھوٹا ہے۔ جانتا ہے کہ اگر میں نے ہاتھ اٹھایا تو دوسرا تھپڑ مار کر میرے سارے دانت توڑ دے گا اس لئے یونہی اس نے کہہ دیا ہے کہ میں نے معاف کیا ورنہ جانتا ہے کہ مقابلہ کرنے کی اس میں ہمت نہیں۔ میں نے اگر تمہیں ورزش کی نصیحت کی تو اس لئے کہ اگر اسلام کے احکام کے ماتحت تم کسی وقت عفو سے کام لو تو لوگ تمہارے اس عفو کو بزدلی کا نتیجہ نہ سمجھیں۔ دھوکا اور فریب نہ سمجھیں۔ جب تمہارے بازو میں یہ طاقت ہو کہ تم ایک دفعہ کسی پر ہاتھ اٹھاؤ تو اس کے دو چار دانت نکال دو اور پھر اس کے قصور پر اسے معاف کر دو تو دیکھو اس کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ لوگ زبردست کی معافی سے متاثر ہوتے ہیں۔ کمزور کی معافی سے متاثر نہیں ہوتے۔ اور بہادری اسی کی سمجھی جاتی ہے جس میں طاقت ہو اور پھر عفو سے کام لے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک لڑائی میں شامل تھے۔ ایک بہت بڑا دشمن جس کا مقابلہ بہت کم لوگ کر

سکتے تھے' آپؓ کے مقابلہ میں آیا اور کئی گھنٹے تک آپؓ کی اور اس یہودی پہلوان کی لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کئی گھنٹے کی لڑائی کے بعد آپؓ نے اس یہودی کو گرالیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور ارادہ کیا کہ خنجر سے اس کی گردن کاٹ دیں کہ اچانک اس یہودی نے آپؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپؓ فوراً اسے چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ وہ یہودی سخت حیران ہوا اور کہنے لگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ کئی گھنٹے کی کشتی کے بعد آپ نے مجھے گرایا اور اب یکدم مجھے چھوڑ کر الگ ہو گئے ہیں۔ یہ آپ نے کیسی بیوقوفی کی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں نے بے وقوفی نہیں کی بلکہ جب میں نے تمہیں گرایا اور تم نے میرے منہ پر تھوک دیا تو یکدم میرے دل میں غصہ پیدا ہوا کہ اس نے میرے منہ پر کیوں تھوکا ہے۔ مگر ساتھ مجھے خیال آیا کہ اب تک تو میں جو کچھ کر رہا تھا' خدا کے لئے کر رہا تھا۔ اگر اس کے بعد میں نے لڑائی جاری رکھی تو تیرا خاتمہ میرے نفس کے غصہ کی وجہ سے ہو گا۔ خدا کی رضا کے لئے نہیں ہو گا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس وقت میں تجھے چھوڑ دوں۔ جب غصہ جاتا رہے گا تو پھر خدا کے لئے میں تجھے گرالوں گا۔

تو انہیں اپنے عمل کے پاکیزہ ہونے کا اس قدر احساس تھا کہ انہوں نے اس خطرہ کو تو برداشت کر لیا کہ دشمن سے دوبارہ مقابلہ ہو جائے مگر یہ مناسب نہ سمجھا کہ ان کے اعمال میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اعمال بھی خدا کے لئے ہوں۔ ان میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ ان میں بزدلی کا کوئی شائبہ نہ ہو اور ان میں تقویٰ کے خلاف کسی چیز کی آمیزش نہ ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص اتنا مضبوط' اتنا بہادر' اتنا دلیر اور اتنا جری ہو کہ جب تم کسی کو معاف کرو تو لوگ خود بخود یہ کہیں کہ تمہارا عفو خدا کے لئے ہے۔ کمزور ہونے کی وجہ سے نہیں۔ ایسی قربانی دلوں کو موہ لیتی ہے اور ایسے انسان پر حملہ کرنا آسان نہیں ہوتا کیونکہ حملہ کرنے والے کا دل فتح ہو جاتا ہے۔

مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ میں چھوٹا تھا کہ میں نے اور دوسرے بچوں نے مل کر جہلم سے ایک کشتی منگوائی۔ وہ کشتی نیلام ہوئی تھی اور ہمیں سستی مل گئی تھی۔ یوں تو ویسی کشتی ان دنوں سو سوا سو روپیہ میں تیار ہوتی تھی مگر ہمیں صرف سترہ روپیہ میں مل گئی۔ چھبیس روپے کرایہ لگا۔ جب وہ یہاں آگئی تو جو خریدنے والے تھے' ان میں سے کئی باہر چلے گئے اور آخری نگران میں ہی مقرر ہوا۔ ہم نے اس کو ایک زنجیر سے باندھ کر ڈھاب کے کنارے رکھا ہوا تھا۔ بعض دفعہ جب ہم وہاں موجود نہ ہوتے تو لڑکوں نے کشتی کو کھول کر لے جانا اور خوب کودنا اور چھلانگیں لگانا اور چونکہ وہ بے احتیاطی سے استعمال کرتے تھے اس لئے کشتی کے تختے روز بروز ڈھیلے ہوتے چلے گئے۔ میں نے اس کے انسداد کے لئے کچھ دوست مقرر کر دیئے اور انہیں کہہ دیا کہ تم نگرانی رکھو اور پھر کسی دن اگر لڑکے کشتی کو کھول کر پانی میں لے جائیں تو مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ ایک دن قادیان کے بہت سے لڑکے اکٹھے ہو کر وہاں گئے' انہوں نے کشتی کھولی اور خوب کودنا پھاندنا شروع کر دیا۔ اسی طرح پانی میں کوئی کشتی کو ادھر سے کھینچتا کوئی ادھر سے۔ مجھے بھی اطلاع ہوئی۔ میں غصے سے ہاتھ میں بید لئے دوڑتا ہوا وہاں

چلا گیا اور وہاں چاروں طرف لڑکے مقرر کر دیئے کہ کسی کو بھاگنے نہیں دینا۔ جب لڑکوں نے ہمیں دیکھا تو انہوں نے ادھر ادھر بھاگنا چاہا۔ مگر چاروں طرف آدمی کھڑے تھے۔ آخر وہ اسی طرف آئے جس طرف میں کھڑا تھا اور کشتی کو کنارے پر لگاتے ہی سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور تو نکل گئے لیکن ایک قصاب کا لڑکا میں نے پکڑ لیا اور گو وہ مجھ سے بہت مضبوط تھا اور اس کا جسم بھی ورزشی تھا مگر میں جانتا تھا کہ وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ کچھ اس میں فطرت کی اس کمزوری کا بھی دخل تھا کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ لوگ ہم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ ہم یہاں کے مالک ہیں۔ غرض بچپن کی جو ناعقلی ہوتی ہے کہ انسان اپنے رعب سے بعض دفعہ ناجائز فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ اس کے مطابق میں نے بھی زور سے ہاتھ اٹھا کر اسے مارنا چاہا۔ اس نے پہلے تو اپنا مونہہ بچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا جس پر مجھے اور زیادہ طیش آیا اور میں نے زیادہ سختی سے اسے تھپڑ مارنا چاہا مگر ابھی اسے تھپڑ نہیں مارا گیا تھا کہ اس نے اپنا مونہہ میرے سامنے کر دیا اور کہنے لگا لو جی مار لو۔ اس پر یکدم میرا ہاتھ نیچے گر گیا اور میں شرمندہ ہوا کہ فتح آخر اس کی ہوئی حالانکہ جسمانی لحاظ سے وہ گو مجھ سے طاقتور تھا۔ مگر رعب کے لحاظ سے وہ مجھ سے کمزور تھا۔ لیکن چونکہ اس نے مقابلہ سے انکار کیا اور کہا کہ مار لو تو میری انسانیت نے مجھے کہا۔ اب اگر تو نے اسے مارا تو تو انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہے گا۔ لیکن اگر وہ تندرست اور زبردست نوجوان ہونے کی بجائے ایک چھوٹا سا بچہ ہوتا۔ اس کی پیٹھ میں خم ہوتا۔ اس کے سینہ میں گڑھا پڑا ہوا ہوتا۔ اس کی گردن دبلی پتلی ہوتی۔ اس کی ناک سے رال بہہ رہی ہوتی اور وہ کہتا مار لو تو مجھ پر کچھ بھی اثر نہ ہوتا۔ کیونکہ میں جانتا کہ اس میں مقابلہ کی طاقت ہی نہیں۔ پس میں نے اگر جسمانی ورزش کی ہدایت دی ہے تو **اس لئے کہ تمہاری قربانی دنیا کو سچی معلوم ہو**۔ یہ نہ ہو کہ تم ماریں بھی کھاؤ اور قربانی بھی سچی معلوم نہ ہو۔ وہ مار لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بنتی ہے جو طاقت رکھتے ہوئے کھائی جائے۔ مگر جو مار بزدلی کی وجہ سے کھائی جائے اس سے حقارت اور نفرت بڑھتی ہے۔ جب لوگ یہ سمجھیں کہ وہ ایک تھپڑ ماریں تو دوسرا دو تھپڑ مار سکتا ہے۔ وہ اگر ایک گال پر خراش پیدا کریں تو دوسرا ان کے دانت نکال سکتا ہے۔ وہ اگر کھوپڑی پر چوٹ لگائیں تو دوسرا ان کے سر پھوڑ سکتا ہے۔ تو اگر ایسی طاقت رکھنے والا انسان ایک کمزور انسان سے کہے کہ میں تم سے مار کھا لیتا ہوں تو دوسرے انسان کے دل پر ضرور چوٹ پڑتی ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ کوئی ایسی طاقت ہے جس نے اسے اتنی بڑی قربانی کرنے پر آمادہ کر دیا اور وہ سچائی کو قبول کر لیتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھو۔ آپ نے مکہ میں صبر کیا اور ایسا صبر کیا جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ مگر لوگ کہہ سکتے تھے کہ نعوذ باللہ بزدل ہے اس لئے لڑائی سے کنارہ کرتا ہے۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ میں لے گیا اور وہاں فوجوں کی کمان آپ کو کرنی پڑی اور ایسے ایسے مواقع آئے جن میں آپ کو اپنی بہادری کے جوہر دکھانے پڑے۔ احد کے موقعہ پر ہی ایک شخص جو مکہ کا بہت بڑا جرنیل تھا' آگے آیا اور اس نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔ اس لئے میرے مقابلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہی نکالا جائے۔ صحابہؓ

بڑے بہادر اور تجربہ کار تھے۔ وہ شمشیرزنی سے واقف تھے۔ وہ نیزہ بازی کو خوب جانتے تھے۔ وہ لڑائی کے اصول اور فن کے ماہر تھے۔ وہ سارے اس نیت سے کھڑے ہو گئے کہ ہم مرجائیں گے مگر اس شخص کو محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے نہیں دیں گے۔ لیکن آپؐ نے فرمایا رستہ چھوڑ دو۔ صحابہؓ نے آپؐ کے حکم کے ماتحت رستہ خالی کر دیا۔ اس پر وہ جرنیل شیر کی طرح گرجتا ہوا آپؐ کے مقابلہ میں آیا۔ آپؐ نے اپنا نیزہ بڑھا کر اس پر وار کیا اور اس کی گردن پر ایک معمولی سا زخم لگا دیا۔ وہ اسی وقت چیخ مار کر واپس لوٹ گیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا۔ یا تو اس بہادری سے حملہ کرنے کے لئے گئے تھے اور یا اس بزدلی کے ساتھ واپس بھاگ آئے اور پھر تمہارا تو زخم بھی کوئی بڑا نہیں۔ اس نے کہا بے شک یہ ایک چھوٹا سا زخم ہے۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارے جہنم کی آگ اس میں بھر دی گئی ہے جو مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک نشان تھا جو خدا تعالیٰ نے دکھایا۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میرے لئے رستہ چھوڑ دو' اس نے بتا دیا کہ مکہ میں کفار کے مظالم آپؐ کمزوری یا بزدلی کی وجہ سے برداشت نہیں کرتے تھے بلکہ بہادری اور طاقت کے ہوتے ہوئے برداشت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کی قربانیوں کو دیکھ کر لوگ ہدایت پا جاتے تھے۔ قرآن آپؐ نے سنایا اور سالوں سنایا مگر حمزہؓ پر جو آپؐ کے چچا تھے' کوئی اثر نہ ہوا۔ توحید کے وعظ آپؐ نے کئے اور سالوں کئے مگر حمزہؓ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اصلاحی تعلیم آپؐ نے دی اور سالوں دی' مگر حمزہؓ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نمازیں آپؐ نے پڑھیں اور پڑھائیں اور سالوں پڑھیں اور پڑھائیں' مگر حمزہؓ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آپؐ نے صدقے دیئے اور دلائے اور سالوں صدقے دیئے اور دلائے مگر آپؐ کے چچا حمزہؓ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن ایک دن آپؐ خانہ کعبہ سے باہر پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو جہل آگیا اور اس نے پہلے تو آپؐ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر غصہ میں اس نے زور سے آپؐ کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا۔ حمزہؓ کی ایک لونڈی اس وقت دروازہ میں کھڑی یہ نظارہ دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کو برداشت نہ کر سکی اور اندر ہی اندر سارا دن کڑھتی رہی۔ حمزہؓ شکار کے بہت شوقین تھے اور وہ گھوڑے پر چڑھ کر شکار کے لئے حرم سے باہر نکل جایا کرتے تھے۔ اس دن وہ شکار کر کے فخر سے گھر میں داخل ہونے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی لونڈی جو دیر سے ان کے گھر میں رہتی تھی اور جس نے رسول کریم ﷺ کے بچپن کا زمانہ دیکھا ہوا تھا اور جو آپؐ سے آپؐ کے دادا کو محبت تھی' اسے بھی جانتی تھی۔ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔ حمزہؓ نے پوچھا۔ بی بی کیوں روتی ہو۔ عرب کے لوگ گھر کی پرانی ماماؤں اور خادماؤں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے سمجھا کسی نے اس کی ہتک کی ہوگی اور اب میرا فرض ہے کہ میں اس ہتک کا بدلہ لوں۔ لونڈی نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا بڑے بہادر بنے پھرتے ہو۔ حمزہؓ نے کہا کیوں کیا ہوا؟ کون سی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ کہنے لگی۔ تم ہتھیار لگائے پھرتے ہو اور آج آمنہ کے بیٹے کو بغیر کسی قصور کے ابو جہل نے مارا ہے۔ حمزہؓ وہیں سے پلٹے اور جہاں ابو جہل مکہ کے دوسرے سرداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں پہنچے اور اس کے سر پر زور سے کمان مار کر کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صبر کیا اور تم نے اس پر ظلم کیا۔ تم اگر اپنے آپ کو بہادر سمجھتے ہو اور تم میں

طاقت ہے تو آؤ اور مجھ سے مقابلہ کرلو۔ اس کے بعد وہ اس جوش کی حالت میں رسول کریم ﷺ کے پاس تشریف لے گئے۔ جس شخص کے دل پر قرآن سننے کا اثر نہیں ہوا تھا۔ جس شخص کے دل پر توحید کے وعظوں سے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ جس شخص کے دل پر اخلاق کے نمونے اور تعلیم نے کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ جس شخص کے دل پر صدقہ وخیرات نے کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ چونکہ وہ بہادر تھا۔ یہ چیز اسے کاٹ کر رکھ گئی کہ ایک بہادر آدمی صبر کرتا ہے اور ظالم سے مار کھالیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور میں ایمان لاتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہادر نہ ہوتے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلیر نہ ہوتے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ شجاع نہ ہوتے تو آپؐ کا صبر حمزہؓ کی ہدایت کا موجب کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ کمزور تو صبر کیا ہی کرتا ہے۔ بے شک کمزوروں پر ظلم بھی لوگوں کے دلوں میں رحم پیدا کرتا ہے مگر وہ ظلم صرف رحم پیدا کرتا ہے' ہدایت کا موجب نہیں ہوتا۔ ہدایت ہمیشہ طاقتور کے ظلم کے نتیجہ میں ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کمزور کے ظلم کو دیکھ کر لوگ رو دیتے ہیں۔ آہیں بھر دیتے ہیں مگر کمزور کے ظلم کو دیکھ کر مذہب تبدیل نہیں کرتے۔ مذہب اسی وقت تبدیل کرتے ہیں' جب وہ ایک بہادر اور جری انسان کو گالیاں سنتے اور صبر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ تب وہ کہتے ہیں کہ اس کا صبر کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ خدائی حکم کی وجہ سے ہے۔

سچے بہادر بنو پس جب میں تمہیں کہتا ہوں کہ اپنے وقتوں میں سے کچھ وقت کھیلوں میں لگاؤ تو میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم اتنا وقت دنیا کے کاموں میں خرچ کرو بلکہ میں تمہیں اصلاح وہدایت کا بہترین نمونہ بتانا چاہتا ہوں۔ جب تم کبڈی کھیلتے ہو یا کوئی اور کھیل کھیلتے ہو اس نیت اور اس ارادہ سے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو درحقیقت تم نیکی کرتے ہو۔ کیونکہ تمہارا یہ سب کام لوگوں کی ہدایت اور اسلام کو پھیلانے کے لئے ہے۔ پس بہادر بنو اور سچے بہادر بنو۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ سچا بہادر وہ ہے جو ظلم کے وقت صبر سے کام لیتا اور طاقت رکھتے ہوئے عفو سے کام لیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جب قربانی کا وقت آتا ہے۔ وہ عواقب سے نہیں ڈرتا۔ بعض لوگ اس کے برے معنے لیتے ہوئے میری طرف غلط باتیں منسوب کیا کرتے ہیں مگر میں ان کے اعتراضوں سے ڈر کر اس سچائی کو نہیں چھپا سکتا جس کے بغیر اخلاق مکمل نہیں ہو سکتے اور جس کا دوسروں کو سکھانا میرا فرض ہے۔ میں تمہیں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ کسی موقع پر اسلام کی خاطر جان قربان کرنے کی ضرورت ہے اور تمہیں اس بات کا موقع ملتا ہے اور تمہارے ہاتھ سے کسی کو نادانستہ طور پر کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو پھر یہ نہ کہو کہ میں وہاں نہیں تھا بلکہ دلیری سے کہو کہ میں نے ہی یہ فعل کیا ہے اور سچائی کو ایک لمحہ کے لئے بھی ترک نہ کرو۔ اگر تم ظلم کے سہتے وقت یہ نمونہ دکھاؤ کہ تم سے کمزور تمہارے منہ پر تھپڑ مارے اور تم اپنی دوسری گال بھی اس کی طرف یہ کہتے ہوئے پھیر دو کہ اے

میرے بھائی اگر تو مجھے مارنے پر ہی خوش ہے تو بے شک مجھے مار لے مگر خدا کی باتیں تھوڑی دیر کے لئے سن لے۔ تو تمہارے اس نمونہ سے سارا گاؤں متاثر ہو گا اور اگر کبھی تمہیں ظلم کا مقابلہ کرنا پڑے اور تمہارے ہاتھوں سے دوسرے کو نادانستہ طور پر کوئی نقصان پہنچ جائے اور معاملہ عدالت میں جائے تو تم عدالت میں جا کر بھی صاف طور پر کہو کہ اے حاکم میں نے ان حالات میں یہ فعل کیا ہے اور جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بچانے کی کبھی کوشش نہ کرو۔ اگر تم ایسا کرو تو تمہاری کامیابی اور ترقی یقینی ہے۔ لیکن اگر گالی کے مقابلہ میں تم بھی گالی دو گے۔ مار کے مقابلہ میں تم بھی مارو گے تو تمہارے اس فعل کی وجہ سے احمدیت کو کوئی ترقی نہیں ہو گی۔ پس تم ان دونوں طریقوں کو اختیار کرو۔ ماریں کھاؤ اور کھاتے چلے جاؤ۔ پٹو اور پٹتے ہی چلے جاؤ سوائے اس کے کہ خدا اور رسولؐ کا حکم کہے کہ اب تمہاری جان کا سوال نہیں' اب تمہارے آرام کا سوال نہیں۔ اب دین کی حفاظت کا سوال ہے۔ ایسی صورت میں میری نصیحت تمہیں یہی ہے کہ تم مقابلہ کرو اور اس نیکی کے حصول سے ڈرو نہیں۔ اگر مظلوم ہوتے ہوئے اور دفاع کرتے ہوئے تمہارے ہاتھوں سے نادانستہ طور پر کسی کو کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے اور درحقیقت تم ظالم نہیں ہو تو تمہارے لئے جنت کے دروازے اور زیادہ کھل جاتے ہیں۔

پس بہادر بنو۔ اسی طرح کہ جب لوگ تم پر ظلم کریں تو تم عفو اور چشم پوشی اور درگذر سے کام لو۔ مگر جب دیکھو کہ چشم پوشی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور تمہیں دفاع اور خود حفاظتی کے لئے مقابلہ کرنا پڑتا ہے تو پھر دلیری سے اس کا مقابلہ کرو اور اگر اس دوران میں تمہارے ہاتھوں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو پھر صاف کہہ دو کہ میں نے ایسا کیا ہے اور جھوٹ بول کر اپنے فعل پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کرو۔

(تقریر ۶ فروری ۱۹۴۱ء بر موقعہ سالانہ اجتماع مطبوعہ الفضل ۲ اکتوبر' ۴ اکتوبر۔ ۶ اکتوبر ۱۹۶۰ء)